فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أمرٍ حَكِيمٍ

اس رات میں ہر امر محکم کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے

شب برأت

کی حقیقت اور اس کے فضائل و احکام

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی

شب برأت

''شب برأت'' ماہ شعبان کی پندرہویں ''شب''یعنی''رات'' کو کہتے ہیں۔یہ عام طور سے مسلمانوں کا ایک ''تہوار'' کے نام سے مشہور ہے۔اس تہوار کی حقیقت جاننے سے پہلے ماہ شعبان کے بارے میں تھوڑی جانکاری حاصل کرنی ضروری ہے۔ویسے شعبان چونکہ عربی واسلامی مہینوں کے آٹھویں مہینے کا نام ہے۔''بارہ مہینوں کے فائل ومسائل مع احکام'' کتاب میں تفصیل سے بیان کر یا ہوں۔اسی کتاب کے چیدہ مواد کو یہاں بھی پیش کر دیتا ہوں۔

واضح رہے کہ ''شعبان'' کا لفظ پانچ حروف ''ش،ع،ب'' سے مل کر بنا ہوا ہے۔مادہ ''ش،ع،ب'' ہے۔عربی کے باب ''سمع یسمع'' آتا ہے۔معنی ''المنجد کے بیان کے موافق'' کندھوں اور سینگوں کے درمیان فاصلہ والا ہونا'' ہے۔اس کا مصدر ''الشعب'' ہے۔جس کا معنی ''بڑا قبیلہ اور وہ طبقات جن پر عرب کی نسل تقسیم ہیں، کے ہیں۔

اسی ''الشعب'' سے لفظ ''شعبان'' ہے۔جن میں ''ش'' سے ''شرف'' مراد ہے۔''ع'' سے ''علو یعنی بلندی'' مراد ہے۔''ب'' سے ''بر'' بمعنی نیکی مراد ہے اور ''الف'' سے الفت ومحبت مراد ہے۔اسی طرح ''ن'' سے ''نور'' مراد ہے۔یہ سب صفات یہ مہینہ رکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : ''شعبان'' کی وجہ تسمیہ کیے تعلق سے حضرت انسؓ سے منقول ایک حدیث ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ ''شعبان'' کو شعبان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رمضان المبارک کیلئے بہت زیادہ نیکیاں پھوٹتی ہیں اور رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

''شعبان'' کا مہینہ اللہ تعالی کا منتخب کیا ہوا بابرکت مہینہ ہے۔اللہ تعالی کہتے ہیں'' وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ'' کہ تیرا رب جو چاہتا ہے۔پیدا کرتا ہے''۔اس فرمان کے موافق دنیا کی چیزوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے تمام قسم کی چیزوں میں چار کو بہت برگزیدہ بنایا ہے کہ ہر چیز میں چار چیزیں معظم بنائی

ہیں۔جیسے چار فرشتے ''جبرئیل، میکائی، اسرافیل اورعزرائیل'' پیدا کیں۔ان میں سے حضرت جبرئیلؑ کو سردار بنایا۔اسی طرح انبیاءؑ میں ''حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ ،حضرت عیسیٰؑ ،اورحضرت محمدﷺ'' کو پیدا کیا۔ پھران میں سے حضرت محمدﷺ کوسب سے مکرم بنایا۔اسی طرح خلفاء میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ بن خطاب،حضرت عثمانؓ اورحضرت علیؓ'' کومنتخب فرمایا۔ پھران میں سے حضرت ابوبکرؓ کوان سب میں مکرم بنایا۔مجدوں میں مسجد حرام، مسجد اقصیٰ ،مسجد نبوی اورمسجد کوہ طورسینا'' کو پسند فرما کران میں سے مسجد حرام کوسب سے معظم بنایا۔اسی طرح دنوں میں عید الفطر، عید الاضحیٰ، یوم عرفہ، یوم عاشورہ رُدسویں محرم،کو بنا کر پھر ان میں سے یوم عرفہ کو مکرم بنایا۔مقامات میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، مساجد عشائر، بنا کران میں سے مکرم مسجد حرام کو معظم بنایا۔ پہاڑ میں کوہ احد،طورسینا، لکام، اورلبنان چار پہاڑ کومنتخب فرما کران میں طورسینا کوسب سے معظم بنایا۔اسی طرح دریاؤں میں جیحون، سیحون،فرات اورنیک چار دریاؤں کومنتخب فرمایا۔ پھران میں سے نہرفرات کومکرم بنایا۔مہینوں رجب،شعبان، رمضان اورمحرم کومنتخب فرما کران میں شعبان کومکرم بنا کراسے رسول اللہﷺ کا مہینہ بنایا اور رمضان کواپنا مہینہ بنایااسی لئے حضورﷺ نے فرمایا''شعبان شهری و رمضان شهر الله ''کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرامہینہ ہےاوررمضان اللہ کامہینہ ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرامہینہ ہے۔رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ایک روایت میں رجب کی فضیلت شعبان پر زیادہ بیان فرمایا ہے۔اسی لئے حضورﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جب شعبان کا چاند نظر آجائےتوابوداؤدشریف میں حضورﷺ کی ایک حدیث منقول ہے'' كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعبانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيرِهِ'' جس کا مطلب یہ ہے کہ ''حضورﷺ ماہ شعبان کے چاند دیکھنےاوراس کی تاریخ کے خاص اہتمام کرتے تھے۔اس لئے جیسے ہی شعبان آنے والا ہوتو مؤمن مسلمان کواس کے چانداور تاریخ کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔چاند دیکھنے میں ں یہ ہرگز نہ کہنا چاہئے کہ ''یہ فلاں دن کا ہے''۔اس حساب سے آج فلاں تاری یا فلاں روزہ ہے۔جب لوگوں نے چاند دیکھا تب ہی سے حساب شروع ہوگا۔اب تو مسلمانوں کوعربی ماہ کے حساب کی خاطر چاند دیکھنے کا خیال تک بھی نہ آتا ہے۔طبرانی میں اس بے پرواہی کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے کہ ''قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ ''چاند'' بےتکلف نظر آئے گا تو کہا جائے گا کہ'' یہ دوسری'' کی رات کا ہے''۔اس مسلمانوں کو بقول طبرانی شعبان کوغروب آفتاب کے بعد چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے تا کہ رمضان کے چاند کا صحیح حساب رہ سکےاورعبادت صحیح تاریخ میں ہوسکے۔

مجالس الابرار کتاب میں ہے کہ ''شعبان دوقابل احترام اورمبارک مہینوں یعنی رجب اوررمضان'' کے درمیان میں واقع ہے۔اسی وجہ سےاس ماہ کے نام کے ساتھ ''معظم'' کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔مجالس الابرار کتاب

میں ہے کہ ''شعبان'' رمضان کا مقدمہ ہے۔اس لئے شعبان میں روزہ اور تلاوت قرآن سے رمضان کی تیاری کرنی مستحب ہے تاکہ اس سے نفس کو رمضان آنے سے پہلے ہی اطاعت الٰہی اور رمضان کے اندر اللہ کے فرمودہ احکامات پرعمل کرنے کے لئے عادت بن جائے۔

جیسے ہی چاند شعبان کا نظر آ جاتا ویسے ہی حضرات صحابہ کرام قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے شروع کردیتے تھے۔تلاوت کے ساتھ ساتھ کثرت سے روزہ بھی رکھنا شروع کردیتے تھے۔اسی طرح اپنے مالوں کی زکوۃ نکال کر غریبوں کو بھی فارغ کر دیتے تھے اور خود بھی فارغ ہو کر رمضان کا پا کر اس میں صرف عبادتیں کرتے تھے۔بخاری اور مسلم یعنی صحیحین کی حدیث ہے ''حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث ہے'' مَا رأیتُهٗ فی شَهرٍ اکثَرَ مِنهُ صِیَامًا فی شَعبَانَ'' کہ حضورﷺ کو شعبان کے علاوہ اور کسی مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔یعنی اس ماہ کے اندر حضورﷺ بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔

اسی وجہ سے ایک حدیث نسائی شریف میں بھی منقول ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا'' وهُوَ شَهرٌ ترفعُ فیهِ الأعمالُ أَلی رَبِّ العالمِینَ'' کہ شعبان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال وکرتوت رب کائنات کے پاس اٹھائے جاتے ہیں۔

اسی طرح حضرت اسامہؓ بن زید سے شعب الایمان اور فتح الباری و مسند احمد میں حدیث منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ شعبان کا مہینہ رجب اور شعبان کے درمیان کا مہینہ ہے۔لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں۔حالانکہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال پروردگار عالم کی جانب اٹھائے جاتے ہیں۔لہذا! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہ الٰہی میں اس حال میں پیش ہوں کہ ''میں روزہ دار ہوں''۔

شب برأت: خاص طور سے وہ رات ''شب برأت'' ہے۔یعنی شعبان ہی کے مقدس مہینے میں پندرہویں شب کی ایک رات ''شب برأت'' کہلاتی ہے۔''شب برأت'' ''شب'' فارسی لفظ ہے۔جس کا معنیٰ ''رات'' کے ہے، اور ''برأت'' عربی کا مصدری لفظ ہے۔جس کا معنیٰ ''نجات اور چھٹکارے'' کے ہے۔ فارسی اور عربی کے دولفظوں سے مرکب یعنی مل کر ایک مرکب اضافی ناقص جملہ ''شب برأت'' ہے۔جس کا معنیٰ عموما ''چھٹکارے اور نجات کی رات'' کے ہے۔اس رات کو عربی زبان میں ''لیلۃ البرأت: جہنم سے نجات والی رات۔لیلۃ المبارکۃ: یعنی برکت والی رات۔لیلۃ الرحمۃ: یعنی رحمت والی رات۔لیلۃ المغفرۃ: یعنی بخشش والی رات۔لیلۃ العتق: یعنی جہنم سے آزادی کی رات۔لیلۃ الصّک: دستاویز والی رات'' وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔

''شب برأت، لیلۃ البرأت، لیلۃ المبارکۃ، لیلۃ الرحمۃ، لیلۃ الصّک'' کے بارے میں بھی مفسرین ومحدثین

حضرات نے بہت فضیلتیں بیان کی ہیں۔مگر یاد رہے کہ یہ فضائل قرآن و حدیث متواترہ سے ثابت نہیں ہے۔جتنی روایتیں منقول ہیں تقریباً تمامی روایتیں ضعیف ہیں۔البتہ فضائل میں ضعیف روایتوں پرعمل کرنا جائز ہے۔وجہ اس جواز کی یہ ہے کہ ان روایات ضعیفہ سے جوفضائل منقول ہیں۔ان پران کے کمزورروایت کے سبب اگرعمل نہ کیا جائے اور ممکن ہو کہ وہ روایت صحیح رہی ہوتو ایک توصحیح حدیث پرعمل نہ کرنا ہوجائے گا۔

دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں منقول فضیلت سے بھی محروم ہوجائیں گے۔اس کے برخلاف اگران ضعیف روایت پراگرعمل نہ کیا گیااور مان لیجئے کہ وہ حدیث حقیقت میں ضعیف ہی تھی تو بھی نفل کے درجہ میں نیک عمل کرنے کا ثواب ہوجائے گا۔اس لئے فقہاومحدثین نے کہاہے کہ وہ ضعیف روایتیں جن کی تصدیق کئی دیگر روایتوں سے ہورہی ہوں تواگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ان پرعمل کرنا جائز ہے۔کیوں کہ ان سے نیک اعمال کی طرف رجحان ہوتا ہے۔یہ بعینہٖ نفل نماز کی طرح ہے کہ نفل نماز یا روزہ یا کوئی نیکی آدمی پرفرض نہیں۔مگر کرلینے میں حرج بھی نہیں بلکہ حسن وثواب ہے۔پس نیکی کا نہ چھوڑنا ہی بہتر ہے۔اگرکسی نفلی نیکی کے کرنے سے گناہ لازم آئے تواس نیکی کونہیں کہا جائے گا۔

جیسے شوہر کے حکم واطاعت نہ کرکے نفلی نیکی کرنا،جس میں رشتہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔اس لئے اس نفل کے چھوڑ دینے کا حکم ہے۔اس لئے'' الحکم علی الحالة''قاعدہ ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ ''حکم حالت اور سوچویشن پرلگتا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ جب تک مرض رہتا ہے۔تبھی تک دوا کا استعمال بھی رہتا ہے۔مرض ختم تو دوا بھی رفو چکر!پس شعبان یارمضان کی شب قدر کے تعلق سے جتنی احادیث ہیں،اگرچہ وہ ضعیف ہیں۔مگرسبھی عبادت اوررجوع الی اللہ ہی کی قبیل سے ہیں۔جن سے اعمال صالحہ کی طرف رجحان ہوتا ہے اوریہی تبلیغ دین کا مقصد بھی ہے۔اس لئے جن روایات ضعیفہ کی تصدیق کئی طریقے سے ہوں اور وہ باب فضائل میں ہوں تو فضائل کے باب اور چیپٹر میں ان پرعمل کرلینا ہی مستحب کام ہے۔

اس لئے شعبان کے تعلق سے جتنی روایتیں ضعیفہ منقول ہیں۔ان پرعمل کرنے سے چونکہ دینی رجحان ہی ہوتا ہے۔اس لئے بھی ان پرعمل کرلینا گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے۔

البتہ اسی باب میں من موجی طور پر بدعتیں شروع کرنی بالکل جائز نہیں۔جیسے شعبان کے روزے اور تلاوت کلام اللہ رمضان کے استقبال کے لئے مشروع ہے،جس کی ضعیف حدیث بھی موجود ہے۔اس لئے اس ضعیف حدیث کی روشنی میں صرف تلاوت اور روزے ہی رکھنے جائز ہوں گے۔لیکن کوئی استقبال رمضان کے عنوان سے جلسہ جلوس کرنے، پٹاخے اورفضول خرچی کرکے پیسوں پرتقریرکرنے والے مقررین کو بلاکر بیانات کرانے کا

عمل جاری کردے اور سالانہ یہ رواج ہو جائے تو چونکہ اس طرح کے اجلاس منعقد کرنے کی کوئی ضعیف سے ضعیف ترین حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ بلکہ یہ محض خیالی اور نیکی کے گمان سے ہے۔اس لئے یہ جائز نہیں بلکہ بدعت ہوگی۔

چونکہ شب برأت کے عنوان سے تقریباً دس اصحاب رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے منقول ہیں۔جن میں حضرت ابو بکرؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت ابوموسی اشعریؓ،حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ،حضرت عائشہؓ،حضرت علیؓ،حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ،حضرت عثمان بن ابی العاصؓ حضرت عوف بن مالکؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ،اور حضرت عکرمہؓ ''ہیں۔علاوہ ازیں تابعین روایان میں حضرت کثیر بن مرہ حضرمی،حضرت مکحول،حضرت عطاء بن یسار'' وغیرہ ہیں۔

مزید یہ بھی کہ امت مسلمہ کے خیر والقرون میں یعنی صحابۂ کرام کے دور،تابعین اور تبع تابعین کے دور تقریبا تمام ادوار میں شب برأت کی فضیلت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے مسلسل اہتمام کیا جارہا ہے۔یہ بھی مستقل دلیل ہے کہ یہ رات بہرحال متبرک اور قابل عبادت ہے۔

پھر یہ کہ جس رات کے بارے میں خود رب کائنات کی آیت'' فیھا یفرق کل امر حکیم ہ امرًا من عندنا '' کا مژدہ سنایا جارہا ہو کہ اس میں ہر امر محکم کا فیصلہ ہوتا ہے'' تو پھر کون بے وقوف ہوگا کہ اس رات کو سوتے گذار دے گا!اسی طرح اگر کوئی ضعیف روایت بھی شب برأت کے عنوان سے منقول نہ ہوتی،تب بھی یہ آیت ہی کافی ہے اور دلیل ہے کہ شب برأت میں عبادت کرنی چاہئے۔کیوں کہ اس آیت ہی سے اس رات کی فضیلت ظاہر ہے۔

اس کے علاوہ صحاح ستہ میں سے ترمذی شریف باب ماجآء فی لیلۃ النصف من شعبان،میں حدیث منقول ہے'' أَنَّ اللّٰـهَ عَـزَّ وَ جَلَّ يَنزِلُ لَيلَةَ النِّصفِ مِنْ شَعبانَ أَلٰى السَّمآءِ الدُّنيا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَددِ شَعرِ غَنَمِ كَـلبٍ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ'' شعبان کا وہی مہینہ ہے جس کی پندرہویں شب میں اللہ تعالی آسمان دنیا پر نازل ہوکر قبیلۂ بنو بکر کی بکریوں کے بال کے برابر تعداد سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں۔

اسی طرح حضرت علیؓ کے بقول اس رات میں قیام یعنی عبادت اور دن میں روزہ رکھنا چاہئے۔کیوں کہ شعبان کا مہینہ رمضان اور اس میں کامل اور ازلی دستور کے نازل ہونے کے سبب اس کے استقبال کا مہینہ ہے۔حضور ﷺ جب شعبان کا مہینہ آجاتا تو دعاء فرماکرتے تھے'' اَللّٰهُمَّ بَارك لَنا فی رجب و شَعبان و بلِّغنَا رمضَانَ'' کہ اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا کیجئے اور رمضان تک پہنچادیجئے(تاکہ اس ماہ کے فضائل سے ہم محظوظ ہوکر تجھ سے قریب ہوسکیں)۔

شعب الایمان للبیہقی میں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان ہوتو ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے ''ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردو! ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اسے عطا کردوں! پس جو کوئی بھی کچھ مانگتا ہے۔ اسے عطا کیا جاتا ہے۔ سوائے زناکار اور مشرک کے''۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث غنیۃ الطالبین رص: ۴۴۹ر پر منقول ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام شعبان کی پندرہویں رات کو میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمدﷺ! آسمان کی طرف سر اٹھائیں۔ آپﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ رات کیا ہے؟ تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یہ وہ رات ہے کہ جس میں اللہ تعالی رحمت کے دروازوں میں سے تین سو دروازے کھولتا ہے، اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جو مشرک نہ ہو۔ البتہ مشرک، جادوگر، کاہن، عادی شرابی، سودخور، زناکار، لوگوں کی اور ایک روایت میں کینہ پرور، رشتے توڑنے والوں اور ٹخنہ سے نیچے پاجامہ پہننے والوں، ناحق قتل کرنے والوں، والدین کے نافرمانوں کی مغفرت نہیں کرتا ہے۔ یہ دروازے صبح صادق تک کھلے رہتے ہیں۔

صبح صادق تک مغفرت کے دروازے کھلے رہتے ہوئے عقلمندوں ں کو چاہئے کہ اس ایک رات کی قدر کرلیں اور اپنی قسمت کا اپنے رب سے صحیح کروالیں۔ کیوں کہ قرآن مجید کے سورۂ دخان کی آیت میں اللہ کے فرمان'' فِيهَا يُفرَقُ كُلُّ أمرٍ حَكِيمٍ'' ہے کہ ''اس رات میں ہر امر محکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے''۔

''امر محکم'' میں تمام نظام عالم اور اس کے سسٹم کے ساتھ ساتھ اس کے اندر کی تمامی مخلوقات خصوصا حضرت انسان کے تعلق سے عالم ازل میں فیصلہ شدہ سالانہ فیصل وقوانین کو''لوح محفوظ'' سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کردی جاتی ہے۔ جس کا اجرا اور انسٹالنگ شعبان کے بعد آنے والے مہینہ رمضان کی طاق رات والی شب قدر کی سورج غروب ہونے تک رہتی ہے۔ یعنی ہر سال شب برأت میں قسمت کا فیصلہ شدہ کاپی فرشتوں کے حوالے کردی جاتی ہے اور رمضان کی شب قدر سے اس فیصلے والے قوانین پر عمل درآمد اور اجرا یعنی نفاذ شروع ہوجاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک سال کی ابتدار باعتبار نفاذ قوانین کے رمضان سے رمضان تک ہے، اور باعتبار امر محکم اور قسمت کی کاپی دینے کے شب برأت سے شب برأت تک ہے۔

شب برأت میں فیصلہ شدہ قوانین الہی کے موافق رمضان کی شب قدر سے جو شروع ہوتی ہے، ان میں موت وحیات، عمر، رزق، صحت ومرض، شادی بیاہ، امیری، غریبی، حوادثات، خوشیاں، غمی، وغیرہ وغیرہ تمام

امور پرعمل آٹو میٹک شروع ہو جاتا ہے۔پس ایک شخص شادی کر رہا ہوتا ہے۔مگر اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں ہوتا ہے اور وقت اجل آجانے کے بعد شادی نہیں کر پاتا ہے، بلکہ موت کی سواری پر بیٹھ کر مرجاتا ہے۔یہی حال ہر عمل کیا میدوار کے ساتھ ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ ایک ریکارڈنگ چپ یا سی ڈی میں جتنے وقت وسکنڈ سے کوئی بیان یا آواز جتنے وقت وسکنڈ تک ریکارڈ ہوئی ہے۔دوبارہ اس ریکارڈنگ کو آنکرنے کے بعد جس طرح اس کی ابتداء سے ختم ہونے تک جتنے وقت کی ریکارڈنگ ہوتی ہے۔اس سے پہلے یا بعد تک ریکارڈنگ آن نہیں رہ سکتی ہے۔ بلکہ وقت مقررہ سے شروع ہو کر وقت اختتام تک خود بخود بند ہو جائے گی۔اسی طرح اس کائنات کا سسٹم کی دو ریکارڈنگ ہیں۔ایک لوح محفوظ والی ریکارڈنگ۔دوسری اسی کی کاپی ونقل دنیا میں آخری ریکارڈنگ ''قرآن مجید'' والی ریکارڈنگ ہے۔اس کے ہی موافق سالانہ اموروا حوال شب برأت میں سورج غروب ہونے کے بعد سے صبح صادق تک لوح محفوظ سے قرآنی کاپی کے موافق نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دی جاتی ہے اور اس کا نفاذ رمضان کے مقدس مہینہ کی شب قدر سے شروع ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے حضرات صحابہ اور رسول اللہ ﷺ اس شعبان کے مہینے میں خصوصا اس کی پندرہویں شب میں کثرت سے تلاوت اور روزے رکھتے تھے۔مسند ابویعلی اور فتح الباری میں ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ اس ماہ شعبان میں اس کثرت سے روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو رسول کائنات ﷺ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ ''اس مہینے میں ہر اس شخص کا نام ملک الموت کے حوالے کر دیا جاتا جن کی روحیں اس سال میں قبض کی جائیں گی لہذا! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں حوالے کیا جائے کہ میں روزے دار ہوں''۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے ہر ماہ کے ایام بیض کے قضاء روزے کے تعلق سے بھی حضرت عائشہؓ ہی سے روضۃ المحدثین کتاب میں منقول ہے کہ ''آپ ﷺ کسی عذر سے اگر کئی مہینوں کے ایام بیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳،۱۴/اور ۱۵/ویں تاریخ کے روزے چھوٹ گئے ہوتے تو شعبان کے مہینے میں ان کی قضا کی نیت سے روزہ رکھ لیتے تھے، جس سے شعبان اور ایام بیض کے قضا دونوں روزے پورے ہو جاتے تھے۔

البتہ امت کے لئے ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ کا حکم ہے'' أَذَا بَقِيَ شَعبَانَ فَلَا تَصُومُوا'' کہ جب پندرہ دن رمضان کے رہ جائے اور شعبان کے اخیر پندرہ دن رہ جائے تو روزہ مت رکھو''۔تا کہ رمضان اور شعبان کے بیچ کے پندرہ دنوں میں کھا پی کر بدن کو پھر سے تازہ

کر کے رمضان کے کل روزے رکھنے کے لئے تیار کرلیا جائے۔

اس مہینہ میں نیکیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ برکات کا نزول ونے لگتا ہے۔ گناہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔تمام مخلوق میں سے بہترین شخصیت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کثرت سے درود پہنچایا جاتا ہے۔

غنیۃ الطالبین رص:۴۴۲ر پر بخاری سے روایت حدیث حضرت عبداللہ بن یوسف کے واسطے سے حضرت امام مالکؒ کی روایت کردہ حدیث منقول ہے۔اسی طرح حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہ شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں زیادہ روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔حضرت معاویہؓ سے بھی ایک روایت منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ رمضان المبارک کی تعظیم کے لئے رکھے جاتے ہیں۔حضرت ثابت اور حضرت انسؓ سے بھی روایت منقول ہے کہ جن کو حضرت عبید اللہ بن قیس نے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ سے سنا کہ حضور ﷺ تمام مہینوں سے شعبان زیادہ پسند تھا۔آپ ﷺ اسے رمضان سے ملالیا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ بھی اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔مگر امت کیلئے پندرہویں شعبان المعظم سے پہلے پہلے جس قدر، روزہ رکھنے کی طاقت ہو، رکھنے کی اجازت ہے۔لیکن یہ روزے واجب نہیں، بلکہ مستحب ہیں۔ جنت کے خواہشمندوں کو یہ روزے یا ان میں سے کچھ روزے اور کچھ نہیں تو کم از کم پندرہویں شعبان کے دن کا روزہ تو رکھنا ہی چاہیئے۔

بہت سے حضرات شب برأت کی کل فضیلت کو غائب کردی ہیں اوراس تعلق سے منقول احادیث کو ضعیف کہ کر، رَد کردی ہیں۔اسی طرح سورۂ دخان کی آیت میں لیلۃ المبارکۃ سے مراد شب برأت نہیں، بلکہ شب قدر مراد لے کر، اس شب کے فضائل کا مکمل انکار ہی کردیا ہے اور سرے سے کوئی مطلب ہی باقی نہ رکھا ہے۔جبکہ ایسا نہیں ہے۔

منکرین شب برأت کا جواب : شب برأت کے اتنے فضائل کو جن لوگوں نے انکار کیا ہے اوران کے تعلق سے بہت سے جوابات دئے ہیں۔اسی طرح جو بعض حضرات نے حضرت مولانا حبیب الرحمان صدیقی کاندھلوی کی کتاب ''شب برأت کیا ہے؟'' پر اعتراض کیا ہے کہ مولانا نے شب برأت کے معنی جواب تلک ہم سنتے آرہے ہیں کہ ''نجات کی رات ہے'' اس کے بالکل برخلاف اسے شیعہ سے جوڑ کر ''تبراء کی رات'' ثابت کردی اوراس کے فضائل والی احادیث کا معنی بالکل بدل کر رکھ دیا۔

منکرین فضائل شب برأت کیا فرمان بھی قابل غور ہے ۔اسی طرح حضرت مولا نا حبیب الرحمان

کاندھلوی کی کتاب کے مضمون بھی سرے سے غلط نہیں ہے۔ بلکہ شیعی فرقے کی ریشہ دوانیوں کے پہلو میں ان کے مضامین حقیقت ہے۔البتہ ''شب برأت'' کے فضائل سے مکمل مخالفت والی تحریر ان کی بھی آج کل کے لوگوں کے حق میں قابل غور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اصول ہے کہ ''شیطان'' ہر نیک عمل اور خدائی امر محکم میں مرچ مصالحہ لگا کر پلید کر کے اسے بے حقیقت بنانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ یہ شیطان کو کرنا بھی چاہئے۔ کیوں کہ یہی کام اس کا ہے بھی۔البتہ مؤمنین و مسلمین حضرات کو اس کے بامقابل چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کو بعینہ اصلی حالت میں اپنے قول و عمل سے باقی رکھتے ہوئے اپنے رب کے قوانین و فرمودات پر قائم رہیں۔

جب ہم شب برأت کے موضوع پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس میں بھی بہت غیر شرعی اضافی اعمال و جہالت کی حد توڑ دینے والے احوال نظر آتے ہیں۔ بلکہ دن بدن استقبال رمضان کے عنوان پر مزید بدعتیں، اس میں اضافہ ہی ہوتی جارہی ہیں۔

جیسے آج کل مساجد و مدارس میں اور عوامی طور خصوصیطور پر مجلس سجا کر راتوں رات بیانات کرنا کروانا اور فجر چھوڑ چھاڑ کر دو پہر تک سوتے رہنا، مساجد میں چائے نوشی اور بات بتنگر، نو جوانوں کی ویلنگ اور شور و ہنگامہ کے ساتھ رات بھر ادھر ادھر ناچتے کودتے رہنا، حکومتی سطح کے کاموں میں خواہ مخواہ اضافہ کر دینا اور اپنے دین کو برا کہلوانے کی صورتیں لگانیں، جبکہ یہ رات آفیسیل طور پر سائلنٹ حالت وسوچویشن میں عشاء پڑھ کے اپنے اپنے گھروں میں نوافل و تلاوت اور دعائیں وغیرہ کرنے کی تھی!

علاوہ ازیں اس ماہ شعبان میں پوا پوری، کچوری، اور شمالی ہند میں دال بھات اور گوشت بھات سے مخصوص پکوان کے ساتھ عجیب غریب خیالات کے ساتھ رات میں جاگنے کا عقیدہ ہے۔ان تمام امور واحوال پر غور کرنے سے بعینہ وہی تمام وجوہات سامنے آجاتی ہیں جو مولانا حبیب الرحمان کاندھلویؒ نے شیعہ فرقہ سے ''شب برأت''کو''شب تبراء'' کے معنی بیان کی ہیں۔

یعنی یہ بھی حقیقت ہے کہ شیعوں نے اس رات کی اصلی فضیلت کو اپنے غیر شرعی عقیدہ کے موافق ''شب برأت'' کے معنی ''نجات کی رات اور جہنم سے آزادی کی رات'' کے معنی کو''شب تبراء'' کے معنی میں چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی ہیں۔

جیسے کہ قرطبی رج ۸ رص: ۲۰۹۲ رکے بیان کے موافق علامہ کاندھلوی نے ''برأت'' کا معنی '' لکھا ہے کہ ''کسی شی کو دل سے نکال دینا اور باہمی جو تعلق ہے، اسے ختم کر دینے کا نام ''برأت'' ہے۔اسی سے اسم فاعل کا صیغہ(لفظ) ''بری'' استعمال میں ہے۔جس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ انسان اس الزام سے بیزار ہے

جواس پرلگایا جارہا ہے۔

سورۂ برأت کے اندرآیت نمبر۳؍میں ''بری'' کالفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہ اسی معنی میں ہے۔ اسی طرح سورۂ انعام آیت ۷۸؍سورۂ یونس آیت نمبر۴۱؍سورۂ ممتحنہ آیت نمبر۴؍وغیرہ میں جو یہ لفظ مستعمل ہے۔ سب جگہوں میں اسی معنی میں مستعمل ہیں۔ آیت قرآنیہ کے علاوہ احادیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

جیسے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث امام بخاری نے نقل کی ہیں۔ وہاں بھی یہ لفظ اسی معنی مستعمل ہے۔ جب آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے اس لفظ کا معنی یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ ''برأت اور تبراء'' دونوں ہم معنی ہیں تو یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ 'شب برأت'' کا صحیح معنی ''شب تبرا'' یعنی'' بیزاری کی رات'' کے ہیں۔

اس معنی کو ذہن میں رکھ کر اب دین اسلام کے ایک مشہور فرقہ ''شیعہ فرقہ'' کے اس رات کے بارے میں عقیدہ علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ شیعہ لوگ قطعی اور یقینی طور پر رافضی بھائی امام کی پیدائش کی خوشی اس رات میں مناتے ہیں اور حضرات صحابۂ کرام اور تمام مسلمانوں سے اس رات میں بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ بلکہ شیعہ حضرات کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ ان کے امام مہدی ظاہر ہو کر روئے زمین پر مومنین کی حکومت قائم کریں گے اور ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی قبروں سے لاشیں نکال کرانہیں نعوذ باللہ) پھانسی دیں گے اور تمام بے دینوں یعنی (شیعہ عقیدہ کے موافق) مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ یہ الفاظ خود ''تبراء'' ہیں۔ اسی وجہ سے ''شب برأت'' اسی معنی میں مشہور ہو گیا ہے۔

علاوہ ازیں اس رات میں قبرستان جانے اور عبادت کرنے کے تعلق سے بھی بہت سی موضوع اور صحیح احادیث سے غیر ثابت شدہ روایتیں صرف اس لئے نقل کر دی گئی ہیں کہ ''سنیوں کو اصل حقیقت کا علم نہ ہو سکے''۔

اسی لئے کثرت کے ساتھ ان روایات میں مغفرت کی احادیث منقول ہیں کہ لوگ ان کے ذوق سے اصل حقیقت سے ناواقف رہیں اور ''تبراء'' کے اظہار کی رات کے عقیدہ جاری رہ سکے۔ لیکن کسی خاص عبادت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ شیعوں کی عبادت اور سنیوں کی عبادت میں بہت فرق ہے۔ شیعہ حضرات ''شب برأت'' میں ''غاروں، دریاؤں، اور کنوؤں پر جا کر اپنے امام کے نام ''پریاں'' ڈال کر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ'' ہم ان سنیوں کے ہاتھوں تنگ آ چکے ہیں۔ للہ! آپ جلد تشریف لا کر ان ملحدین سے ہمیں نجات دلائیں''۔

اسی وجہ سے اہل خمینی اہل عراق اور تمام مسلمانوں کو ''ملحدین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ پاکستانیوں اور سعودی عرب والوں کے خلاف بھی زہر اُگلتے رہتے ہیں ۔

اس بات کے ثبوت میں وہ کتاب واضح دلیل ہے کہ جو حال ہی میں ایران سے ''خمینی فی القرآن'' کے نام سے شائع ہوئی ہے ۔جس میں مصنف کتاب نے صراحت کر دی ہے کہ ''قرآن مجید میں جہاں جہاں ''یٰـــا اَیُّھَا لرَّسُولُ'' اور ''یـا ایُّھا النَّبِیُّ '' کے جملے آئے ہیں ،ان سے مراد ''خمینی'' کی ذات'' ہے ۔اس تفسیر سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ شیعہ فرقہ کو ''اسلام دین'' سے کتنی سخت عداوت ہے''!

اس کے علاوہ جو شعبان کے مہینے میں لوگ ''حلوے ، پوری ، وغیرہ پکا پکا کر خوشیاں مناتے ہیں اور یہ در اصل شیعہ لوگ اپنے امام کی پیدائش کی خوشی میں پکاتے اور پکواتے ہیں ۔اس طرح سے کھان پان میں الجھا کر امام کے پیدا ہونے کے نام پر خوشیاں منانے کا مقصد لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا ہے کہ لوگ ''شب برأت'' کی حقیقت ایجاد سمجھ کر کہیں فرضی امام مہدی کو سنی لوگ ختم نہ کر دیں ، یا کہ کہیں یہ سنی لوگ ہی کہیں اپنا امام نہ بنالیں ۔

ان شیعوں کا بھی عجیب عقیدہ ہے کہ ان کے فرضی امام صاحب اپنے ماننے والے ''شیعی'' لوگ مومنین حضرات سے اتنے خوفزدہ ہیں کہ وہ ان کی صورت دیکھتے ہی ڈر جاتے ہیں کہ چند سال کی عمر میں میری پشت پر قرآن علی ،قرآن فاطمہ اور تمام ائمہ کے فرضی صحیفے لا دے گئے تھے ۔''شب برأت'' کتاب کے مؤلف علامہ حبیب الرحمان صدیقی کاندھلویؒ نے اپنی کتاب کے نیٹ پر موجود کتاب کے ص:۱۹؍ پر لکھتے ہیں کہ شیعوں کو دراصل خوف ہے کہ ''فرضی امام صاحب کہیں باہر نکل آئے تو پندرہ سو سال کی کتابیں لا دنی پڑیں گی ۔اسی سبب سے ان لوگوں نے ''خمینی'' کی صورت میں اپنے باہر آنے سے پہلے اپنا ایک نائب کو بھیجا ہے تا کہ پیش آئندہ حالات کا کھاندازہ ہو سکے ۔

اگر آپ ''شب برأت'' کے لفظ کو قدیم کتابوں میں خصوصا پانچویں صدی ہجری کی کسی بھی تفسیر و تاریخ کی معتبر کتابوں میں تلاش کریں گے تو آپ کو ہر گز کہیں پر کسی بھی کتاب میں یہ جملہ نہیں ملے گا ۔بلکہ ہر جگہ آپ کو ''اِذَا کانتُ لیلة النصف من شعبان'' بمعنیٰ ''جب نصف شعبان کی رات ہو'' کا جملہ ملے گا ۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا یہ نام پانچویں صدی کے آخر میں وضع ہوا ۔جن کے بنانے والے ''صوفیاء'' لوگ ہیں ۔اس رات کا نام ''ابن جہضم'' کی ''بہجۃ الاسرار'' کتاب ،اسی طرح امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ملتا ہے ۔

تاریخی حیثیت سے اگر آپ تحقیق کریں گے تو یہ سبھی لوگ پانچویں صدی کے اخیر کے صوفی لوگ ہیں۔اتفاق سے ان سب صوفیوں کی کتابوں میں بھی شیعہ کی نقل کردہ لفظ کا ذکر نہیں ہے۔شب برأت کتاب کے مؤلف موصوف نے اپنا خیال ظاہر فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ ''شب برأت'' کے لفظ کو اس لئے شیعہ برادران مخفی میں رکھے ہوں کہ پہلے پروپیگنڈہ کیا جائے کہ سنیوں کے ذہن میں اس رات کی فضیلت بیٹھادی جائے تاکہ جب نام ظاہر ہوجائے تو کہیں سنی حضرات بدک نہ جائیں''۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نام ''بنو بویہ'' اور ''دیلمیوں'' کے زمانہ میں وضع کیا گیا ہو۔کیوں کہ یہ سب رافضی لوگ ہی تھے جو کہ ۳۲۲ھ سے ۳۶۸ھ تک بغداد پر حکمران تھے۔انہی میں سے ''معزالدولہ'' نامی ایک شخص نے ۳۳۶ھ میں عشرۂ محرم میں بھی ''ماتم'' کی ابتداء کی تھی۔اسی طرح موجودہ زمانے میں جمعے میں پڑھے جانے والے خطبات بھی انہی کے وضع کردہ ہیں۔(اگرچہ ان کے معانی ومفہوم درست ہیں،اس لئے سنی ائمہ لوگ بھی اپنی جمعوں کی نماز میں پڑھتے ہیں)۔

واضح رہے کہ ان خطبات میں عشرۂ مبشرہ اور حضور ﷺ کی تین صاحبزادیوں کے نام خارج کردیئے ہیں۔اسی طرح ازواج مطہرات کے نام بھی حذف کرکے صرف حضرت امام حسن اور امام حسینؓ کے نام کو ذکر کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے سنی حضرات خلفائے راشدین صرف تین ہی مانتے تھے۔

جیسے موقع ملا ویسے ہی سنی حضرات نے اسی زمانے میں پھر صحیح فیصلہ لیا کہ ''خلفائے راشدین چار ہیں۔جب تلک معزالدولہ کا زوروشور رہا،تب تلک اس نے مساجد کے دروازوں پر ''لعن الله علی ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویةؓ و عمرو بن العاصؓ''۔ لکھ رکھا تھا۔

لیکن جیسے ہی سنیوں کا زور ہوا۔اس ملعون جملہ کو مساجد کی دیواروں سے مٹادیا گیا۔اس تعلق سے عرصہ تک شیعہ سنی کے درمیان جھگڑا چلتا ہی رہا ہے۔''بنو بویہ'' کے اخیر دور میں پھر سنیوں نے مساجد کے دیواروں پر تین کے بجائے ارخلفاء کے نام درج کردیئے۔جس پر سنی لوگ خاموش رہے۔جب بنو بویہ کی حکمرانی ختم ہوگئی،تب سنیوں نے ایک اور خلیفہ حضرت معاویہؓ کا نام بھی اضافہ کردیا۔اس طرح ان خلفائے راشدین کی تعداد ہوگئی۔

محرم اور خلفائے راشدین کے ناموں کے سنی اور شیعوں کے درمیان،اختلافی مسئلہ کے ذکر کرنے کا مطلب یہ دلیل دینا ہے کہ اسی شیعہ سنی زمانہ کے زمانوں میں ''شب برأت'' کا جملہ بھی ممکن ہے کہ انہی بنوبویہ رافضیوں نے ہی شروع کرکے ان کے فضائل لوگوں میں پھیلائے۔جنہیں صوفیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان فرضی اور مجہول

روایات کی تحقیق کئے بغیران صوفیوں نے نسل درسل نقل کرتے چلے گئے۔حتیٰ کہ امام غزالیؒ نے بھی جوصرف بخاری اور مسلم شریف کے علاوہ کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی،بطورتبرک کے''شب برات'' کی فضیلتیں بیان کردی۔جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ مزیداس رات میں لوگ بدعتیں اضافہ ہی کرتے چلے گئے۔

اس کے بعد سونے پر سہاگہ یہ کہ ہندوستان و پاکستان کے عجمی علماء نے مزید کارنامہ یہ انجام دے دی کہ کلام اللہ شریف کی ایک محتمل معنی آیت کا سہارا لے کراس کی غلط تفسیر وتاویل پیش کر کے ایسی بدعتی محل تعمیر کر دی کہ جاہل لوگ شب برأت کومستقل منجانب اللہ خواہی مخواہی عبادت کی رات اور شور و ہنگامہ کے ساتھ پوا پوری،حلوے، کچوری کھانے کوضروری طور پرعبادت سمجھ لی۔

یہ علمائے کرام قرآن مجید کے سورۂ دخان کی آیت ''أَنَّـا أَنـزَلنَاهُ فِي لَيلَةٍ مُّبَارَكَةٍ أَنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ فِيهَا يُـرقُ كُـلُّ أمـرٍ حَـكِيـمٍ أمـرًا مـنْ عِـنـدِنَـا أَنَّـا كُـنَّـا مُرسِلِين ه رَحمةً مِّن رَّبِّكَ أَنَّهٗ هُوَالسَّمِيعُ الـعَـلِيـمُ''۔ جس کا معنی ہے''بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ہے۔بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔اس میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہر حکمت والا کام، ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتااور جانتا ہے''۔

یہ سورۂ دخان کی ابتدائی آیت ہے جو مکہ میں معراج سے قبل نازل ہوئی۔جبکہ نماز پنجگانہ نہیں ہوئی تھی۔روزے تو ۲ھ میں فرض ہوا۔نماز معراج کے وقت فرض ہوئی۔اس وقت مکہ میں ''بقیع'' نامی کوئی قبرستان بھی نہیں تھا۔غور کرنے کا مقام ہے کہ جب کوئی قبرستان ہی مکہ میں نہ تھا تو حضورﷺ کے قبرستان جا کر دعا کرنے کا کیا مطلب ہوا؟اسی طرح شب برات کے دن روزہ رکھنے کا کیا معنی ہوا؟۔

پس جاننا چاہئے کہ صحیح طور پراس آیت سے بظاہر چار مفہوم نکلتے ہیں۔اول:اس مبارک رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔دوم: شب براُت میں تمام احکامات کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔سوم:اس شب میں نازل رحمت ہوتا ہے۔چہارم:یہ رات مبارک رات ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت کے اس ارمعنوں والی رات آخرکون سی رات ہے۔یہ متعین رات ہے یا ہرسال بدل بدل کر یہ رات آتی ہے۔یہ سال میں کب آتی ہے۔کس مہینے کی یہ رات ہے؟

ان تمام سوالات کے جوابات میں آیت خاموش ہے۔بس آیت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات مبارک رات ہے جوکسی رات کی تعریف وتوصیف تو ہوسکتی ہے۔لیکن کون سی رات ہے،اس کی تخصیص نہیں ہے۔قرآن ونکہ اپنی تفسیر پہلے خود کرتی ہے۔

مگراس مجمل آیت کی پورے قرآن میں کوئی اور مفسر آیت موجود نہیں ہے۔البتہ سورۂ قدر میں ایک جگہ قرآن کے نازل ہونے کا ذکر موجود ہے۔دونوں جگہوں پر اگر چہ دعوے ایک ہی ہیں۔وہ یہ کہ اس رات میں قرآن نازل ہوا۔دوم یہ کہ تمام امور اس رات میں فیصلے کئے جاتے ہیں۔سوم: یہ کہ اس رات میں صبح صادق تک رحمت وسلامتی کا نزول ہوتا ہے۔ہاں! فرق یہ ہے کہ سورہ دخان میں اس رات کو''لیلۃ مبارکۃ'' کہا گیا ہےاور سورۃ القدر میں''لیلۃ القدر'' کہا گیا ہے۔

لیکن آیت دخان اور اس آیت میں پھر تضاد ہو جاتا ہے کہ دخان کی آیت سے قرآن کے نازل ہونے کی رات مبہم ہےاور سورہ قدر میں تمام مفسرین نے رمضان کیا اخیر عشرے کی کوئی طاق رات لکھی ہے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ حضورﷺ کے مدینہ شریف ہجرت کرنے تک اس بات کی بالکل وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ نزول قرآن کی یہ رات کس مہینے کی رات تھی۔۲ھ میں جب روزہ فرض ہوگیا ہے،تب سورۂ بقرہ کی ۱۸۵رولی آیت'' شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرآن'' نازل ہوئی۔جس میں واضح کیا گیا کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے۔جس کے اندر قرآن مجید اتارا گیا ہے''۔پھر آگے اسی میں اس ماہ میں زندہ رہنے والے لوگوں کو روزہ رکھنے کے لئے بھی حکم فرمایا گیا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے روزے کی فرضیت اور اس کے علاوہ اس میں جملہ فضائل کی وجہ اس ماہ کی شب میں نزول قرآنی کے سبب ہے۔جسے''لیلۃ القدر،لیلۃ المبارکۃ یالیلۃ الرحمۃ'' وغیرہ کئی جملوں سے پکارا گیا ہے۔جس سے یہ بھی واضح ہے کہ یہ رات ان صفاتی ناموں کے ساتھ صرف رمضان کے مہینے میں مخصوص ہے۔اسی شب کے باعث نسائی رج ۱رص:۲۲۲ر پر حدیث منقول ہے کہ''جو شخص اس رات میں ایمان کے ساتھ ثواب کی غرض سے قیام کیا تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر لیلۃ القدر سے مراد''شب برأت'' ہوتی تو پھر حضورﷺ کو تو ''من قام شعبان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه '' کہ جو شخص شعبان میں ایمان کے ساتھ قیام کیا تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں! مگر آپﷺ نے شعبان کے بارے میں بلکہ رمضان کے ایک شب کے بارے میں ایسا کہا''۔بلکہ کسی بھی حدیث میں لیلۃ البرأت کا جملہ استعمال میں نہیں ہے۔

پس رمضان کے علاوہ اس طرح کی فضیلت والی اور کسی رات کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔بلکہ رمضان کی شب کی فضیلت خود قرآن مجید کے سورۂ انفال کی آیت ۴۱ر'' وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ التقٰى الجمعَانِ'' سے بھی ہوتی ہے کیوں کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے

کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں'' (ترجمہ احمد رضا'' ۔یعنی اس قرآن کا نزول یوم فرقان میں ہوا ہے، اور یوم فرقان وہ روزہ ہے، جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں''۔اس میں ''یوم فرقان'' سے مراد روز بدر ہے۔اسی طرح ''دو جماعتوں'' سے مراد صحابہ کرام اور مشرکین مکہ' ہیں۔ یہ بات بالکل واضح اور اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ ''جنگ بدر'' ۱۷ ررمضان ہی کو ہوئی تھی''۔

پس نتیجہ صاف ہے کہ رمضان ہی کے کسی شب میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔اسی مہینہ کے اسی شب کو کہیں پر لیلۃ البرأت، کہیں پر لیلۃ المبارکۃ اور کہیں پر لیلۃ الرحمۃ کہا گیا ہے۔پس یہ واضح ہو گیا کہ سورۂ دخان کی آیت میں جو لیلۃ المبارکۃ کا جملہ ہے، اس سے مراد رمضان کی ہی شب قدر والی رات ہے۔ورنہ قرآن مجید کے دو بار نازل ہونا لازم ہو جاتا ہے اور پہلی بار ہی کے نزول کا اس میں ذکر ہے۔پہلی بار کا نزول دو بار کیسے ہو جائے گا؟ اس لئے لیلۃ المبارکہ سے مراد بھی رمضان کا شب قدر ہے۔جس میں قرآن نازل کیا۔اب دخان اور سورہ قدر والی دونوں آیتوں کا مطلب ایک اور صحیح ہو گیا۔

مگر افسوس ہے کہ صوفیوں نے شیعوں کی نقل کرتے ہوئے قرآن کے صحیح معنی سمجھنے کے بجائے قرآن ہی کو اپنے ذہن و مراد کے معنی میں تاویل کر کے ایک مراد کی دو آیتوں کو الگ الگ دو معنی بنا کر قرآن کی تفسیر میں غلطی کر دی اور قرآن کی تکذیب بھی! یہ معنی اصل میں اس لئے بنایا گیا کہ شیعوں کے یہاں شخصیت اور اندھی تقلید کے نتیجے میں ایک ''مسئلۂ بداء'' ہوتا ہے۔جس کے سبب وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کی مدافعت میں موضوع اور منکر روایات کا کثرت سے سہارا لئے ہیں۔جبکہ ہند و پاک مشہور صوفی مجدد شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ ''عمل صوفیاء زوحلت وحرمت حجت نیست'' کہ حلت وحرمت میں صوفیاء کا عمل کوئی حجت نہیں ہے''۔

ایسے اور بھی اقوال ہیں۔حالانکہ جس طرح فقہی مسائل میں ابوحنیفہ، شافعی احمد بن حنبل اور امام مالک کا اعتبار ہے اسی طرح حدیث میں بھی یحی بن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم کے اقوال کا اعتبار ہے نہ کہ صوفیوں کے قول کا! نیز اصول تفسیر کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''جب کیس آیت کے معنی محتمل اور مشتبہ ہوں تو اس کے معنی کی تعین محکم اور مفسر کی موجودگی میں مشتبہ کو اختیار کرنا گمراہی ہے۔خود قرآن مجید میں اللہ عالی نے سورۂ آل عمران آیت نمبر ۷؍ رفرما دیا ہے کہ ''جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں ۔گمراہی اور فتنہ چاہتے ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی پہلو اور حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں (اس سلسلے میں اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے ایک جھوٹ بول کر بے شمار جھوٹوں کا سہارا لیتے ہیں)۔جیسا کہ عکرمہ والی

حدیث جس میں شب برأت کے ثبوت میں حدیث بیان کی گئی ہے۔اس کی تحقیق کرنے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے''علی بن عباس'' نے اسے اسے بیڑیوں میں باندھ دیا تھا۔جبکہ بعض محدثین نے انہیں''بقول خارجی طبقہ جھوٹ وکفر'' کہنے کے سبب''ثقہ'' قرار دیا ہے۔لیکن جب عبداللہ بن عباسؓ سے ان کے باندھنے کے وقت وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا کہ''یہ خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا''۔یہی وجہ بھی ہے کہ امام مالک اورامام مسلمؒ نے ان سے کوئی روایت نہیں لی ہیں۔ایسی بہت سی احادیث ہیں۔جو شب برأت کے تعلق سے من گھڑت اورصریح جھوٹ ہیں۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ کی کتاب''شب برأت کیا ہے؟'' کے مطالعہ سے''شب برأت'' کے تعلق سے کل فضائل والی احادیث بے معنی ہیں۔بہرحال امت میں جہاں دیگر احکامات خداوندی میں اختلافات ہیں۔وہیں''شب برأت'' کے عنوان کے فضائل اوراس میں اعمال کے تعلق سے بھی زبردست اختلاف اور بہت افراط وتفریط عمل ہے۔کچھ لوگ تو سرے سے شب براۃ کی حقیقت واصلیت اورفضائل ہی کے منکر ہو گئے ہیں۔کچھ لوگ،اس میں من موجی اور بدعتانہ اعمال کا اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔جنہیں لوگ نیکی اورشریعت کا حکم سمجھ کر کر رہے ہیں اورگمان کرتے ہیں کہ ہم بہت نیکی کا عمل کر رہے ہیں۔جبکہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے'' وَالَّذِينَ ضَلَّ سَعيُهُمْ فِي الحيٰوةِ الدُّنيَا وَ هُمْ يَحسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحسِنُونَ صُنُعًا ہ کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں خیال کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں،جبکہ انکا عمل شریعت کے خلاف ہوتا ہے،جس کی وجہ سے ان کا ہر عمل بے کار ہورہا ہوتا ہے اورانہیں اس کا کوئی بدلہ نہیں ملتا!''۔

ٹھیک اسی خیال کے مطابق''شب برأت'' کے عنوان پر بھی لوگ وہ عمل بالکل نہیں کر رہے ہیں جو اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔بلکہ وہ سب اعمال کر رہے ہیں جو رسول اللہ سے منقول نہیں، بلکہ ان کے نہ کرنے کے لئے باضابطہ حکم فرمایا ہے۔

میں افراط وتفریط سے بالکل ہٹ کر درمیانہ اوراصلی وصحیح شرعی تحقیق پیش کرتا ہوں۔اس سلسلے میں سب سے پہلے''شب برأت'' کے فضائل واعمال'' کے تعلق سے قرآنی استدلال پیش کرنا مناسب ہے۔

دیکھئے! تمام علمائے کرام سورۂ دخان کی پہلی آیت'' اِنَّا اَنْزَلنَاهُ فِي لَيلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِين'' کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کے نزول کا تذکرہ کر کے

آگے'' فِیهَا یُفرَقُ کُلُّ أَمرٍ حَکِیمٍ" جملہ میں یہ واضح کر دیا ہے کہ اس رات میں دنیا میں تمام مخلوقات جاندار ہو یا بے جان خصوصا تمام انسان کے حق میں اچھی اور بری ہر طرح کی کل قسمت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ کی خاص طور سے حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث میں مفسرین نے اوپر کی آیت میں نزول قرآن اور قسمت کے فیصلے کا عمل'' شعبان کی رات'' میں ہوتا ہے۔مراد ہے۔

علاوہ ازیں کچھ اور روایتیں ہیں جن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالی سال بھر میں جن لوگوں کی موت ہوتی ہے ان تمام کے نام لکھ دیتے ہیں، جو پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ ان کے نام درج کر دیتے ہیں۔ ہر مخلوق کی سالانہ روزی متعین کر دیتے ہیں۔

بہرحال ہر مخلوق کے ساتھ کیا کیا ہونے والا ہے اور کیا کیا نہیں ہونے والا ہے۔کن کن چیزوں کے لئے انسان ارادہ اور تیاری کر رہا ہوتا ہے،مگر وہ مرنے والوں کی فہرست میں شمار کر لیا گیا ہوا ہے اور وہ اپنے پلان کے مطابق کچھ نہیں کر پائے گا اور مر جائے گا۔کن کے ساتھ کس کی شادی ہو گی۔کس کے ساتھ کس کی شادی نہیں ہوگی۔کس کے ساتھ کتنی شادی ہوگی۔کس کے ساتھ ایک ہی شادی ہوگی۔کون طلاق لے گا۔کون طلاق لے گی۔کون طلاق کے بعد شادی کرے گی۔کون نہیں کرے گی۔اسی طرح مرد کے حق میں بھی لکھ دیا جاتا ہے۔کون کس حال میں ہوگا۔کس حال میں مرے گا۔کتنی ترقی کرے گا۔کتنی تنزلی کرے گا۔کیا کیا کھائے گا۔کیا کیا نہیں کھا پائے گا۔کیسی کیسی عظیم روزی سامنے رکھی ہوگی۔مگر وہ کھا نہیں پائے گا اور ترس کر رہ جائے گا۔کتنے نہ کھانے والی چیزوں کو کھا کر پریشان ہوگا۔کتنے لوگ اپنا، والدین اور سماج وخاندان کے نام خراب کریں گے۔کتنے لوگ اجاگر کریں گے،کیا پہنیں گے۔کیا نہیں پہنیں گے۔وغیرہ وغیرہ سبھی چیزیں اسی رات میں مکتوب ومحفوظ کر دی جاتی ہے۔

یہی سب باتیں سورۂ قدر یعنی أِنَّـا أَنـزَلـنَـاهُ فِی لَیلَةِ القدرِ الخ"آیت سے سمجھ میں آتی ہیں اور بلکہ تمام مفسرین نے اس آیت کے ذیل کی تفاسیر میں بھی لکھی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ سورۂ دخان کی آیت میں یہی باتیں شعبان کی شب کے اندر ہونی لکھی جاتی ہیں۔

اس کے برخلاف یہی تمام باتیں سورۂ قدر کی تفسیر میں رمضان کے اخیرعشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات خصوصاً ۲۷ رویں شب کے بارے میں بھی لکھی اور کہی جاتی ہیں۔آخر! ایک ہی عنوان کا عمل دومرتبہ کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآن پہلی بار یا تو شب برأت میں نازل ہوئی ہوگی یا کہ شب قدر میں۔

اسی طرح کل چیز ومخلوقات کی قسمت اوراچھائی و برائی کا فیصلہ ان دونوں راتوں اورمہینوں میں سے کوئی ایک ہی مہینہ میں ہونا ممکن ہے۔ایک ہی چیز دومرتبہ عمل پاکراولیت کا درجہ تو حاصل نہیں کرسکتی ہے! تو پھرضروردونوں آیتوں کا مطلب کچھ ایسا ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہوں میں درست ہوں گے۔

کتاب وسنت کا جب بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ''رمضان'' کے اخیرعشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات کے بارے میں سورہ قدراوراس کی تفسیری احادیث اوراصحاب نبیﷺ کے اعمال واقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ''نازل قرآن''اورقسمت کے فیصلے کا منجانب اللہ عمل رمضان المبارک کے اخیرعشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات میں ہوتا ہے۔یہاں تک کہ تمام آسمانی کتابیں بھی اسی مہینہ میں نازل ہوئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث موجود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پرتمام صحیفے پہلے رمضان کی شب میں نازل کی گئیں۔حضرت موسیٰؑ پرتوریت چھ/۶ ررمضان کی شب کو نازل کی گئی۔حضرت داؤدؑ پر''زبور'' ۱۲/ بارہ رمضان کی شب میں نازل کی گئی،اوراس عالم کی آخری نظام کی انسٹالنگ سافٹ ویئر قانون بنام''قرآن مجید'' رمضان کی طاق راتوں کی کسی ایک رات خصوصاً ۲۷ رویں شب میں نازل کیا گیا۔

اب جبکہ روایات کثیر تعداد میں نزول قرآنی اورفیصلہ اشیائے کائنات کا منجانب ربانی رمضان کی شب قدر کے بارے میں موجود ہیں تو یہی بات مانی جائیں گی کہ قرآن کا نزول اورقسمت کے فیصلے کی رات''رمضان المبارک'' کا شب قدر ہے۔

اب جب یہ بات تسلیم کرلی گئی تو پھرسورۂ دخان کی آیت کا مطلب کچھ ایسا ضرور ہوگا کہ جس سے شب قدر کے فضائل واحکام سے اس آیت کے احکامات وفضائل میں کوئی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ اکثرمرتبہ یہ ہوتا ہے کہ چیز ایک ہی ہوتی۔مگراستعمال کے اعتبار سے اس کے مواقع الگ الگ

ہوتے ہیں۔اسی طرح چیز ایک ہی ہوتی ہے۔مگر سوچویشن اور موقع محل کی نسبت سے اس کا معنی الگ الگ ہوتا ہے۔

جیسے دنیا میں ہر ہفتے میں ''ہفتہ،اتوار، پیر،منگل، چہارشنبہ اور جمعرات'' آتے ہیں اور سال کے بارہ ماہ میں سے ہر ماہ ایک سال کے بعد بدل بدل کر آتا رہتا ہے۔مگر ہر سال کا سوچویشن الگ الگ ہوتا ہے۔اسی طرح ہر سال کے ہر ہفتے کے ہر دن اور ہر دن کے ہر گھنٹے اور منٹ وسکنڈ ڈ کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔حالانکہ دن اور مہینہ نہیں بدلتا ہے۔وہی رہتا ہے۔اسی طرح ایک ہی چیز کا استعمال ایک مریض کو کرنے کے لئے کہتا ہے۔مگر وہی چیز دوسرے مریض کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جان لیوا ہے۔

ٹھیک اسی طرح قرآنی اور احایث کے جملوں کا حال ہے۔پس جب شب برأت کے اندر عبادت اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کے ذوق کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں تو تمام محدثین اور مفسرین حضرات کے نزدیک یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس رات میں خیر والقرون کے تمامی اصحاب سے عبادت اور فضیلت دونوں ثابت ہیں۔

البتہ شب براَ کی عبادت اور حقیت کے بارے میں ترغیب وترہیب میں حضرت علیؓ سے منقول ایک حدیث'' صُومُوالَیلَها و قُومُو نَهَارَهَا'' سے ثابت ہوتی ہے کہ جس میں حضورﷺ نے فرمایا کہ'' اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں،قیام کرو یعنی عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو''۔اسی طرح سنن ترمذی باب ماجآء فی لیلۃ النصف من شعبان'' کے اندر ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہے کہ:

حدیث: حضرت عائشہؓ کے باری کے دن آپ سونے کیلئے تیاری کئے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ اتنا طویل سجدہ کئے کہ لگا کہ حضورﷺ کی روح پرواز کرگئی۔پھر آپ کے تلووں کے اوپر ہاتھ لگا کر دیکھا تو آپﷺ دعا فرما رہے تھے'' اللهم اعوذ بعفوك بمن عقابك و اعوذ برضاك من سخطك و اعوذبك منك لا احصى ثنآءً عليك انت كمااثنيت على ننسك''۔

اس کے بعد نصف رات میں اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔حضرت عائشہؓ جب جاگی تو حضورﷺ کو بستر مبارک پہ نہیں پائی۔سوچ میں پڑگئی کہ حضورﷺ آخر کہاں چلے گئے۔پھر اٹھ کر

ہانپتی کانپتی چادر گھسیٹتی باہر تشریف لائیں تو چاندنی رات کے سبب حضور پر نور ﷺ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دعا کرتے ہوئے دیکھی۔ چونکہ جنت البقیع سے حضور ﷺ کا گھر موجودہ روضۂ اقدس نظر آتا تھا۔اس لئے آپ ﷺ نے بھی حضرت عائشہ کو دیکھ لیا اور فوراً جنت البقیع سے گھر تشریف لے آئے تو دیکھا حضرت عائشہ پریشان حال ہیں۔حضرت عائشہ ﷺ کے سوال کرنے پر حضور ﷺ نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی پھر آپ ﷺ عبادت ہی میں مشغول ہو گئے۔

اسی طرح ایک حدیث حضرت عائشہؓ ہی سے سنن ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بنو بکر کے بکریوں کے بال کے برابر جہنم سے لوگوں کو مغفرت کر کے آزاد فرماتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہ سورج غروب ہوتے ہیں۔اس رات میں اللہ تعالیٰ غروب شمس سے لے کر صبح صادق تک آسمان دنیا پر رہتے ہیں،اور پوری رات مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت کے لئے اعلان کرتے رہتے ہیں اور صبح صادق تک یہ اعلان کرتے ہی رہتے ہیں۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ عیدین کی شب اور عید الفطر کی رات اور شب برأت کی رات ایسی راتیں ہیں کہ جن میں دعا قبول ہوتی ہیں۔ایک رات جمعہ کی رات ہے جو رمضان میں چار یا پانچ بار مل ہی جاتی ہے۔ان راتوں میں شعبان کی رات کا ذکر حضرت نے کیا ہے۔

اتنے فضائل کی احادیث کے موجود ہونے کی وجہ سے بہر حال یہ بات ثابت ہے کہ شب برأت بھی عبادت وفضیلت کی رات ہے۔اس لئے جو لوگ اس رات کی فضیلت اور اس میں عبادت کرنے ہی سے سرے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔اسی طرح وہ حضرات جو اس رات کے بارے میں بے جا عبادات اور فضول فضائل کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ تو بالکل فضول اور ان کے ذہن کا ذہول قصور ہے۔

البتہ! اس رات میں عبادت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ وہ اپنی قوت ودلچسپی پہ موقوف ہے۔ جسے آگے عبادت کے عنوان کے تحت بیان کروں گا۔ یہاں پر مجھے ثابت کرنا ہے کہ شب براٗ اور شب قدر سے متعلق آیت واحادیث کے ایک ہی طرح کے فضائل آخر کس رات سے مخصوص ہیں اور دونوں آیات واحادیث کے آخر کیا معنی ہیں۔

اوپر کی تفصیل سے بات یہ واضح ہوئی کہ یہ تمامی فضائل شب قدر اور شب برأت دونوں شب سے متعلق ہیں۔البتہ سورۂ دخان اور سورۂ قدر دونوں میں جو نزول قرآن کا ذکر ہے۔ دونوں سے مراد

نزول قرآن شب قدر کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں اور جمہور کے قول وترجیحی و ظن غالب کے لحاظ سے رمضان کی ستائیسویں شب والی طاق رات میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

اب جبکہ یہ بات واضح ہوگئی تو یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ پھر ''شب برأت'' کے عنوان کے ذیل میں سورۂ دخان کی آیت کو پیش کر کے اسے ''شب برأت'' سے متعلق تفسیر کیوں کی جاتی ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اکثر اور بہت سے معتمد مفسرین قرآن نے خصوصا علامہ ابن جریر نے تفسیر طبری میں سورہ دخان کی آیت میں ''لیلۃ مبارکۃ'' سے ''شب برأت'' ہی مراد لئے ہیں۔ مگراس صورت میں سورۂ قدر سے اس کا ٹکراؤ ہوتا ہے۔

مگر بنظر غائر مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس رات میں جو سورہ دخان کی آیت میں نزول قرآن کا تذکرہ کیا ہے اور اسے لیلۃ المبارکۃ قرار دیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں بظن غالب ستائیسویں شب میں یکبارگی مکمل قرآن نازل ہوا۔ اسی کا تذکرہ سورہ قدر میں ہے۔ اس کے بعد چونکہ قرآن مجید ستائیس سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے موقع بموقع اور ضرورت کے موافق اللہ تعالی اسی رمضان میں نازل شدہ مکمل قرآن میں سے اس دنیا میں حضرت محمد ﷺ پر نازل کر کر کے اپنے بندوں کو شیطانی چالوں سے بچاتے رہے اور دوبارہ جنت میں آنے کے لئے تدبیریں پیش کرتے رہیں۔جن پر عملی طور پر حضرت ﷺ اسے پڑھ پڑھ کر سنا سنا کر عمل بھی کر کر کے دیکھاتے بھی رہے۔

اسی طرح سورہ دخان میں جو قرآن کی آیت کے نازل ہونے کا تذکرہ ہے، جسے ''لیلۃ مبارکۃ'' کہا گیا ہے۔اس سے مراد حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''شب برأت'' نہیں بلکہ ''شب قدر'' ہے۔کیوں کہ سورہ دخان کی آیت میں صرف چار امور کا ذکر ہے۔نزول قرآن، امر محکم واحکامات کے فیصلے، نزول رحمت اور رات کے برکت ہونے کا تذکرہ ہے۔اسی طرح ان چار امور کے علاوہ ''لیلۃ المبارکۃ'' سے ''شب برأت'' ہی مراد ہے۔نیز یہ رات کب آتی ہے۔کس مہینے میں کی رات ہے؟ ان تمام امور سے بھی آیت اس سے بالکل خاموش ہے۔البتہ صرف رات کے رحمت اور بابرکت ہونے کا تذکرہ ہے۔

لیکن یہ اصول مسلم ہے کہ ''قرآن'' کی تفسیر پہلے قرآن سے کی جاتی ہے۔عموما قرآن کی ایک

مجمل اور مبہم آیت کی تفسیر دوسری آیت سے ہوتی ہے۔اس لئے سورۂ دخان کی اس آیت میں نزول قرآن اور رات کے مبارک ہونے کی تفسیر خود دوسری جگہ سورہ قدر اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۵ر'' شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن'' سے متعینہ طور پر کردی ہے کہ نزول قرآن کی رات رمضان کی شب قدر ہے۔جب شب قدر میں قرآن نازل ہونے پر اتفاق ہے تو لیلۃ المبارکہ کی تفسیر بھی شب قدر ہی ہوگی نہ کہ اس سے مراد شب برأت شعبان کی رات!

اسی طرح فضائل رمضان کی احادیث میں جہاں پر'' من قام لیلة القدر'' ہے وہاں پر '' لیلة البرأت ر یا'' من قام شعبان ''نہیں کہا گیا ہے۔بہرحال علامہ کاندھلویؒ کے اس وضاحت کا تذکرہ پہلے بھی کی گئی ہے کہ وہ لیلۃ البرأت سے مراد شب برأت نہیں بلکہ'' شب قدر'' مراد لیتے ہیں اور جس حدیث عکرمہ میں لیلۃ البرأت سے شب برأت مراد لی گئی ہے۔اس کو ضعیف ثابت کر کے رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میزان الاعتدال رج را رص: ۶۵۵۴ ر پر منقول حدیث میں لیلۃ البرأت سے شب برأت مراد حضرت اب عباس کا قول ہی نہیں ہے۔ بلکہ خود یہ عکرمہ کا نقل کردہ قول ہے۔اس کے بعد ص ر۲۸ ر پر تفسیر قرطبی رج ر۷ رص: ۵۹۴۶ ر سے'' فیھا یفرق کل امر حکیم'' آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ''لیلۃ القدر'' رمضان میں آئندہ سال تک تمام دنیاوی امور کا حکم دیتا ہے۔حواہ زندگی ہو یا موت یا کہ رزق!''۔پھر قرطبی رص: ۵۹۴۹ ر پر لکھی تفسیری عبارت نقل کرتے ہیں'' ھی لیلة النصف من شعبان فیھا امر السنة و ینسخ الاحیاء من الاموات و یکتب الحاج فلا یزاد فیھم احدو ولا ینقص منھم احد '' کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تو ان کی تفسیر سے یہ واضح ہے کہ لیلۃ القدر ہی کی رات میں تمامی امور کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

جب یہ بات خود ابن عباسؓ واضح کر رہے ہیں تو پھر اسی فضیلت کو دوسری رات یعنی شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کیسے بیان کردی گے۔اس لئے یہ حقیقت ہے کہ لیلۃ المبارکۃ سے شب برأت کا مراد لینا یہ ابن عباسؓ کا نہیں۔ بلکہ خود عکرمہ کا ہے جو کہ خارجی تھا۔جس نے بقول امام حماد بنز یداس عکرمہ کا یہ بھی دعوی تھا کہ'' قرآن تو (نعوذ باللہ) گمراہی کے لئے نازل کیا گیا ہے''۔اسی وجہ سے اس نے امت کو سورہ دحان کی آیت لیلۃ مبارکۃ کی تفسیر شب برأت کر کے امت کو گمراہی میں ڈالا ہے۔واللہ اعلم بالصواب!

اسی طرح قرطبی رج ۱۶/ص: ۵۹۴۷ اور تفسیر ابن کثیر رج ۱۴/ص: ۱۳۸/ پر عثمان المغیر ہ سے مروی روایت میں جو روایت حدیث پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ شعبان سے شعبان تک موتوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے حتی کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے یا اس کی اولاد ہوتی ہے حالانکہ اس کا نام مروں کی فہرست میں داخل ہوتا ہے''۔

اس حدیث میں بھی عثمان معتبر نہیں ہیں۔کیوں کہ عثمان کوئی صحابی نہیں ہے۔بلکہ تابعی ہیں۔ابن کثیر نے اس روایت کے بارے میں فیصلہ دیا ہے کہ ''یہ حدیث مرسل ہے اور اس قسم کی روایات کے مقابل پر پیش نہیں کی جاسکتیں''۔

اسی طرح جنت البقیع میں حضور ﷺ کے تشریف لے جا کر حضرت عائشہ والی روایت کے بارے میں ترمذی اور ابن ماجہ شریف سے منقول روایت بھی غلط ہے۔ابن ماجہ کو مولانا نے کہا ہے کہ اسے صرف ہندو پاک کے محدثین صحاح ستہ میں داخل کئے ہیں۔باقی کوئی محدث اسے صحیح کتاب نہیں سمجھتے ہیں۔شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اسے حدیث کی تیسری کتاب سمجھا ہے۔حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اسے صحاح ستہ سے خارج کہا ہے۔امام نووی صرف پانچ کتاب کو صحیح کہتے ہیں۔علامہ رشیق اندلسی صرف تین کتابوں کو صحیح کہتے ہیں۔ابن الاثیر صحاح ستہ میں بجائے ابن ماجہ کو مؤطا امام مالک کو داخل کیا ہے۔ابن جوزی نے ابن ماجہ کی چالیس روایتوں کو موضوع کہا ہے۔ذہبی کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں چالیس سے زائد احادیث موضوع ہیں۔ایک ہزار سے زائد منکر ہیں۔حافظ مزی نے کہا ہے کہ جو روایت ابن ماجہ ہو وہ ضرور منکر ہوگی۔حافظ ابن حجر نے کہا کہ اگر چہ یہ کوئی کلیہ نہیں مگر ابن ماجہ کی حالت ایسے ہی ہے۔البتہ ترمذی کو صاحب علم کہا ہے۔

بہر حال!

علامہ کاندھلوی نے لیلۃ المبارکہ سورۂ دخان کی آیت کے جملہ سے مراد شب قدر لی ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کا نزول ایک ہی بار ایک ہی رات میں ہوا ہے۔وہ ہے شب قدر اور اس وجہ سے لیلۃ المبارکہ بھی رمضان کا شب قدر ہے۔اس لئے اس رات کی کوئی فضیلت اُجیلت نہیں ہے۔

مگر! ایک بات تو حقیقت ہے کہ نزول قرآن کے وقت آج کے مسلمان تو نہیں تھے۔اسی طرح جتنے محدثین اور تابعین حضرات نے جو روایتیں نقل کی ہیں۔ان کے دور میں بھی نہیں تھے۔جب مسلمان نام کے لوگوں سے ایک ہی موضوع اور عنوان کے تحت مختلف روایتیں جو نفل کے درجے کی

ہوں تو بہتر انہیں آج کے مسلمانوں کے لئے قبول کر لینا ہی ہے۔کیوں کہ جن راویوں کو علامہ کاندھلوی اوران کے ہم خیال حضرات نے منکر،ضعیف اور رد کی ہیں۔انہیں مفسرین کو امت کے ایک دوسرے بڑے طبقہ نے قبول بھی کی ہیں اور انہیں معتمد کہتے ہیں۔بہت ساری آیات کی تفاسیر حضرت عکرمہ سے موجود ہیں۔جنہیں خارجی کہا گیا ہے۔

اسی طرح ہم حضرت والاموصوف کی تحقیق پراعتماد کرتے ہوئے تسلیم بھی کر لیتے ہیں کہ ''لیلۃ المبارکۃ'' سوردخان کی آیت کامعنیٰ ''شب براُت'' نہیں شب قدرہی ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس میں بھی قرآن نازل ہوا ہو۔مگر یکبارگی کل قرآن نہیں، بلکہ قرآن مجید کی ایک وہ ٹکڑا جو اس رات سے متعلق تھا اور جس میں اس رات کے بابرکت ہونے کی تصدیق وخبردی گئی تھی۔اسی رات میں نازل ہوئی ہو!بہت ممکن ہے کہ حضرت عکرمہؓ نے جولیلۃ البراُت سے شب براُت مراد لئے ہیں۔اس سے اس رات میں قرآن کے ایک ٹکڑے کے نزول ہیکا ذکر ہو۔جس طرف اکثر جمہور مفسرین گئے بھی ہیں۔اسی طرح اختلاف شدہ موضوع میں جبکہ عنوان نفلی درجے کی ہو تو کسی ایک جماعت کے قول پرعمل کرنا ہی عام لوگوں کے لئے چارہ ہے۔ایسا تو نہیں ہے کہ دونوں کو چھوڑ دیا جائے۔اس لئے اس اختلافی صورت حال میں جن لوگوں کا خیال جس جماعت کی طرف جارہی ہے اور وہ اس کے فرمان وتحقیقات پرعمل کررہے ہیں تو بھی کوئی گناہ کی بات نہیں۔عمل تو کرنا ہی ہے۔

علاوہ ازیں بعض مفسرین اورمحدثین نے یہ تاویل بھی کی ہیں کہ شب براُت میں اگلے سال بارہ مہینوں کے لئے لوح محفوظ میں مقررکردہ قونین لوح محفوظ سے لے کر فرشتوں کے حوالے کردیتے ہیں۔یہ فرشتے انہیں قوانین کےموافق نظام کائنات کی ڈیوٹی پر ماموررہتے ہیں۔انہی فرشتوں کے لئے سال میں دوبارشب براُت اورشب قدرمیں عیدآسمان پرہوتی ہے۔جس کی خوشیوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی شامل ہونے کے لئے ترغیب دی ہیں۔یہی فرشتے رات کے فرشتوں کو دن کے عصر بعد وہ دستاویز حوالہ کردیتا ہے،جس کے مطابق یہ فرشتے رات میں بارہ گھنٹوں تک کائنات کے نظام کو چلاتے ہیں۔

چنانچہ جو اس رات میں مرنے والے ہوتے ہیں۔ان سب کی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں،جن مخلوقات کو بشمول اور بالخصوص انسان کے لئے جن واقعات سے وحوادثات سے دوچار ہونا مقدر

اس دستور میں درج ہوتا ہے۔ رات کا فرشتہ وہ تمام کوانجام دے دیتے ہیں یہاں تک صبح صادق ہوجاتی ہےاوروہ فرشتے فجر بعد چلے جاتے ہیں۔ پھر فجر میں اسطرح انہی تمام امور کی انجام دہی کے لئے جواس دن دستور میں اس دن لکھا ہوتا ہے۔ دن کا فرشتہ فجر بعد سے اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے مامور ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوجاتی ہےاورعصر میں یہ فرشتے چلے جاتے ہیں اور پھراگلے رات کے لئے پیش ہونے والے ڈیوٹیوں کی انجام دہی کے لئے رات کا فرشتہ ڈیوٹی پر لگ جاتا ہے۔اسی لئے عصر بعد اور فجر بعد تسبیح پڑھ کر اللہ کو یاد کرنے کا حکم ہے۔اسی طرح رات میں جلدی سوکر فجر اورعصر کی نماز کا خاص خیال رکھنے کے لئے بھی حکم ہے۔

رہا رمضان کا مسئلہ تو رمضان میں تو یکبارگی پورا قرآن نازل ہوا،اوراس کے شب قدر سے شب برأت میں جو اگلے سال کے لئے قسمت کا فیصلہ تھا ہوا۔ان فیصلوں پرعمل درآمد شروع ہوجاتا ہے۔یعنی شب برأت میں قسمت کے فیصلے کی کتاب سے دستور کے نازل ہونے اور اس کے مطابق اگلے سال کے نظام کے چلنے کے لئے فیصلے کے اترنے اور ججمنٹ کی رات ہے۔اس کے برخلاف رمضان کی شب قدر،ان ججمنٹ پرعمل کے لئے نفاذ کی ابتداء ہونے کی رات ہے۔

اس بہترین توضیح سے سورہ دخان اور سورہ قدر کے اندر نزول قرآن اوراس کے فضائل میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

اب بات واضح ہوگئی کہ سورۂ دخان کے اندر نزول قرآن سے مراد کل قرآن نہیں، بلکہ صرف اس بابرکت رات کے تذکرہ اور اس میں قرآن کے ایک حصے کے نزول کا ذکر ہے۔جس کا بیان حضرت عکرمہؓ اپنی روایت کردہ حدیث میں وضاحت فرماتے ہوئے لیلۃ مبارکہ سے ''شب برأت'' مراد لئے ہیں ۔اسی طرح سورہ قدر میں قرآن کے نزول کا معنی کل قرآن کے یکبارگی نازل ہونے کا اوراس رات سے شب برأت میں اگلے ایک سال کے لئے جو دنیا اوراس کے اندر کی جملہ مخلوق کی قسمت کا فیصلہ عالم ازل میں ہو چکا تھا۔ان کے نافذ ہونے کے شروع ہونے کی رات کا تذکرہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رمضان تک ایک سال مکمل ہوتا ہےاور پچھلی شب برأت میں جو فیصلہ فرشتوں کے ہاتھ دیا جاتا ہے۔ وہ شب برأت کے بعد آنے والے رمضان تک جاری رہتا ہے ۔پھر رمضان کی شب قدر سے اس سال جو رمضان سے پہلی شب برأت میں فیصلے کے

دستاویزات فرشتوں کے حوالے ہوئے ہیں۔اس کا نفاذ شروع ہو جاتا ہے۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں انسان کو کچھ اختیار نہیں ہے۔سب کچھ رحمٰن کی طرف سے مقرر ہو چکا۔البتہ اس کے عمل پر اختیار دیا گیا ہے۔جو بندہ تقوی وطہارت کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔اس بندے کے نیک عمل کے سبب اس کی قسمت کو بدل دی جاتی ہے۔
علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ''قسمت'' دوطرح کے ہیں۔ایک قسمت مبرم۔دوسری قسمت معلق۔ قسمت مبرم ڈھانچہ اوراسٹرکچر کی طرح ہے۔یہ عمل صالح سے بھی نہیں بدلتا ہے۔جو منجانب اللہ طے ہو چکا ہوتا ہے وہی ہر حال میں ہوتا ہے۔
اس کے برخلاف ''قسمت معلق'' انسان کے نیک و بداعمال پر لٹکا ہوا ہوتا ہے۔اچھا عمل انسان کرتا ہے تو اگر اس کے حق میں کچھ برا لکھا ہوتا ہے تو وہ بدل دیا جاتا ہے۔اگر برا عمل کرتا ہے اور اس کے حق میں کچھ نیک عمل اس وقت میں لکھا ہوتا ہے تو وہ ڈیلیٹ ہوکر اس کی جگہ اس کے ساتھ برا ہو جاتا ہے۔اسی طرح بعض تقدیر معلق والے اعمال بھی اگر عمل صحیح کرنے کے باوجود درست نہ ہوا تو وہ بھی تقدیر مبرم میں داخل ہوتا ہے۔سمجھنا چاہئے۔جس کا علم انسان کو نہیں تھا۔
مگر واضح رہے کہ اس کے صحیح عمل کرنے کے باوجود دنیا میں نتیجہ نہ ملنے کا مطلب اس کے عمل کے ضائع ہو جانا نہیں ہے۔کیوں کہ خود قرآن مجید میں اللہ تعالی کہتے ہیں'' ان اللــه لایضیع اجر المحسنین'' کہ اللہ تعالی کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے۔بلکہ ایک جگہ تو صاف صاف واضح کر دیا ہے'' و ان تدع مثقلة الی حملها لا یحمل منه شی و لو کان ذا قربی'' اوراگر تم اس کے بوجھ پر بھاری بوجھ چھوڑ دو گے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا، خواہ وہ تمہاری قریبی رشتے دار (والدین یا اولاد و بیوی وغیرہ ہی) ہی کیوں نہ ہو''۔
پس ''عمل'' نفلی ہو اور کوئی! اس کا نتیجہ دنیا میں دستیاب ہو یا نہ ہو۔بہر حال نیک اعمال کی ایک قدر و قیمت ہے۔اس کا نتیجہ دنیا میں نہیں تو آخرت میں تو ہر حال میں ملنا ضروری ہے۔پس نفلی عبادت کی ایک فضیلت ہے۔اس کے کرنے سے ثواب مل سکتا ہے۔اس کے کرنے سے دین کی طرف رجحان ممکن ہوتا ہے،اور کئی طریقے اور روایتوں سے ضعیف قول کی تصدیق ہو چکی ہو تو اتنا ''لن ترانی'' کی ضرورت نہیں! بس اس طرح کے قول پر عمل کر لینا ہی بہتر ہے۔چھوڑ دینا

مناسب نہیں۔کیوں کہ ''کسی نے کہا کہ'' دو رکعت فلاں وقت میں پڑھنے سے فلاں ثواب ملیگا''۔اگراس قول پرعمل نہ کریں گےتو دو رکعت کا ثواب بھی نہیں ملے گا اوراس کے بدل کی تو پھرسوال ہی نہیں! مگر دو رکعت لالچ ہی طور پرصحیح اگر قائل کےقول پرعمل کرتے ہوئے پڑھ لی ۔جبکہ وہ غلط ہی تھا۔کیوں اس طرح کےقول کی کسی حدیث وقرآن میں تخصیص نہیں تو بھی نماز کا ثواب تو مل ہی جائے گا اوراگر چہ مقصدوغرض حاصل نہ ہو۔اس لئے پڑھ لینا،نہ پڑھنے سے بہتر ہے۔اسی طرح شب برأت میں سائلینٹ طریق سےعبادت کرلینا فائدہ سے خالی نہیں۔

کیوں کہ انسان کو بس دو چیزوں کے لئے پابند بنایا گیا ہے۔ایک تقدیر پرایمان لانے کے لئے ۔دوسری نیک عمل اورتقوی وپرہیز گاری کرنے کے لئے۔ان دونوں کے باوجوداللہ کےفضل وکرم پرامیدرحمت کرنے کا ہی حکم ہے۔ممکن ہے کہ کوئی نیک وصالح عمل والا قدرت کے کھاتے میں شقی اور بد بخت کی فہرست میں ہوتو اس کے دنیا میں عالم،فاضل،پیرومتقی بننے سے کوئی فائدہ نہیں۔وہ موت کے آخری عمل میں کوئی مکتوب برائی ضرور کرے گا،جس کے سبب وہ مرکر دوزخ کا ہی ایندھن بنے گا۔

اسی طرح اس کے برخلاف کوئی برا بندہ،شرابی اورفاسق بندہ قدرت کی طرف سے پیدائشی و ابتدائی تخلیقی یعنی عالم ازل کی تخلیق میں نیک اورجنتی کی فہرست میں لکھا تھا۔مگر دنیا میں جاہل رہ گیا۔اسی طرح برے ماحول میں پڑکر برا بن گیا۔مگر وہ مرتے وقت کوئی نیکی جومکتوب اس کےحق میں تھی ۔ضرور کرے گا۔جس کے سبب وہ اپنے برائیوں کو ڈیلیٹ کر کےجنتی فہرست میں لکھے جانے کےموافق جنتی بن کرمرتا ہےاور جنت میں جاتا ہے۔

اسی لئے دوسروں پرانگلی اٹھانے سے پہلے اپنے آپ کودرست کرنے کا حکم ہے۔خودکو پارسا اور متقی کہنا اورکہلوانا یہ تکبر کے زمرے میں داخل کیا گیا ہے۔اس کا اعلان خوددرکائنات نے کردی ہیں کہ'' فلا تزکوا انفسکم والله اعلم من اتقی منکم'' کہ اپنے آپ کومتقی مت بنواورنہ کہو۔تم نہیں جانتے کہ تم متقی ہو یا کہ فاسق! بلکہ یہ بہترین طریقے اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے کون متقی ہےاورکون غیرمتقی!اللہ تعالی نے'' ام شقی ''اور'' ام بعید'' جملہ کہ کرقرآن میں اس کی وضاحت کردی ہیں۔لیکن پھربھی لوگ دھرلے سے دوسروں کے عیبوں، اور وقتی ذلتوں کے

حالات کا تذکرہ کرکر کےمزہ لیتے رہتے ہیں۔مگرجس کا مزہ لیتے رہتے ہیں۔اللہ کے کھاتے میں جنتی ہوتا ہےاور جومزہ لیتا رہتا ہے وہ دوزخی ہوتا ہے۔مثلاًکسی کے گھر میں طلاق ہوگئی۔خلع ہو گیا۔کسی دشمنکی موت ہوگئی۔کوئی مخالف جیل میں چلا گیا،وغیرہ وغیرہ تو ایسے حالات میں خوش نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ حضورﷺ کی حدیث ہے'' المؤمن من سلم المسلمون من لسانه و يـده '' کہ مسلمان وہ ہےجس کے ہاتھ اورزبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔اس حدیث کی روشنی میں مؤمن ہمیشہ اور ہرحال میں دوسروں کے لئے بھلائی کے لئے دعا کرتا۔مصیبت میں کام آتا ہے۔ وقت پر مدد کرتا ہے۔اس کی حاجت کوممکن ہوتو پوری کر دیتا ہے۔امانت کومحفوظ کر دیتا ہے۔عیب کو چھپا دیتا ہے۔تکلیف میں آسانی کی راہ بتلا دیتا ہے۔اس کے برخلاف نہیں کرتا ہے۔

اسی لئے قرآن نے غیبت، چوری، دھوکہ فراڈ،بدعملی،الزام تراشی، بہتان،اور بلکہ ہر برائیوں سے بچ کرخود کومتقی بننے کے لئے تاکید کیا ہےاور دوسروں کے خلاف بولنے سے ان کے حق میں ذلت آمیز جملےاور غلط نام رکھ کر بولنے سے،گھات لگنے سے منع کیا ہے۔جولوگ ایسا کرنے سے بازنہیں آتے ایسوں کوحضورﷺ کی زبانی اللہ تعالی نے تنبیہ فرمائی ہیں۔چنانچہ ''مـن ضـحك و ضـــحك ''یعنی جوکسی پر ہنستا ہے۔اس پر جب تک ہنسا نہیں جاتا! وہ مرتا نہیں'' حضورﷺ نے حدیث بیان کردی ہیں۔اس کا مصاف مطلب ہے کہ مسلمان بلکہ کوئی بھی انسان سامنے والے کی کسی بھی تکلیف ،مصیبت اور عیب وغیرہ پر ہنستا ہے، چڑھاتا ہے۔بول بول کر مزہ لیتا ہے۔چوراہوں پر شکایتیں کرکر کے ہنستا اور مذاق اڑاتا ہے۔اس کی حیثیت عرفی کو کم کرتا ہے تو وہ اس وقت تک ہرگزنہیں مرے گا، جب تک اسی برائی اور مصیبت میں وہ خود بھی مبتلا نہ ہوجائے۔

شب برأت واضح کرتی ہے کہ اس رات میں جو جوجس جس صفت سے سال رواں میں متصف ہونے والا ہے۔وہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوکر ہی رہے گا۔یعنی کسی کی مزہ لینے والے رویے قسمت میں مکتوب ہے تو وہ یقیناً اس صفت والا عمل ضرور کرے گا اور پھر اس میں حدیث کے موافق مبتلا ضرور ہوگا۔

البتہ!''شب برات'' اور''شب قدر'' دونوں راتوں میں''جھوٹے،زانی،شرابی،کینہ ور،والدین کے نافرمان رشتہ توڑنے والے'' چندلوگوں کے لئے عنداللہ معافی نہیں ملنے کا تذکرہ حدیث میں کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یاد رہے کہ جو ازلی جنتی ہے۔جس کے لئے اگلے سال شب برات کے بعد اور رمضان کے بعد کے سال میں اگر موت مقرر ہے تو اس کو اس رات سے بری لت کی عادت غیبی طور پر چھڑا دی جاتی ہے۔جس کے سبب وہ اس رات میں توبہ کر لیتا ہے اور نیکوں کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے۔پھر اس نیکی کے کرنے کا وہ قادر ہو جاتا ہے۔جس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ نیکی کر کے مر کر جنت ہی میں جاتا ہے۔اسی طرح اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے۔

حضورﷺ کی احادیث کا مطلب اسی لئے علمائے کرام نے خصوصا غنیۃ الطالبین کے مصنف نے شب برأت کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس رات میں بدبخت رحمٰن سے اور اولیائے کرم ذلت و رسوائی بیزار ہوتے ہیں اور یہ دونوں بیزاریاں اور نجات حاصل ہوتی ہیں۔اس لئے شب برأت (شبرأت) یعنی نجات کی رات کہتے ہیں۔اللہ تعالی اپنے بندوں کو گناہوں سے نجات دینے کے لئے باضابطہ حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق حضورﷺ نے فرمایا ''نصف شعبان میں اللہ تعالی سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے۔اس میں مشرک، کینہ پرور، رشتہ ختم کرنے والے، زانیہ اور زانی مرد وعورت کے علاوہ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔

مگر جو لوگ کسی چیز کی قیمت جان لیتے ہیں تو وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے بہت تندہی اور دھیان دے کر کچھ مصیبت اٹھا کر ہی صحیح ضرور حاصل ضرور کرتے ہیں۔اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ ''سونا'' سستا اور اور یجنل مل رہا ہے تو اس کے لئے قرضہ لیکر بھی اس وقت میں سونا حاصل کر لیتا ہے۔پس شب برأت کی فضیلت حاصل کرنی صرف ایک رات ہی کا مسئلہ ہے۔

اس لئے عابد و زاہد اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والے لوگ نیند و دنیا کی سہولت و ضرورت کی کوئی قیمت نہیں لگائیں گے اور اس رات کی قیمت سمجھیں گے اور وہ عبادت میں ضرور لگ کر رات میں قیام اور دن میں روزہ ضرور کریں گے۔اس لئے عابد و زاہد اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والے لوگ نیند و دنیا کی سہولت وضرورت کی کوئی قیمت نہیں لگائیں گے اور اس راات کی قیمت سمجھیں گے اور وہ عبادت میں ضرور لگ کر رات میں قیام اور دن میں روزہ ضرور کریں گے۔

اس لئے اس رات میں ''قوموا لیلھا و صوموا نھارا'' کے مطلب کے موافق اپنی دلچسپی اور

حیثیت وقوت سے نوافل، ذکرواذکار، تلاوت قرآن اور دعاء وغیرہ میں مصروف رہ کر سحری کر کے عشاء، فجر، تہجد ادا کر کے رات گذار کر اشراق پڑھ کر صبح میں سو جائیں اور پھر چاشت تک سو کر اٹھیں اور چاشت ادا کر کے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں۔

رہا قبرستان حضور کے جانے کی وجہ سے جا کر دعا کرنا تو یہ امت پر کوئی ضروری نہیں۔ البتہ تن تنہا تسبیح و ذکر کرتے ہوئے جا کر اپنے مرحومین اور تمام قبرستان کے مرحومین کے لئے دعا کر کے آجانا مستحب ہے۔ واجب یا فرض نہیں۔ اسی طرح جھنڈ بنا کر، شمع جلا جلا کر اور شور و ہنگامہ برپا کر کے جانے کی ضرورت نہیں۔ آج کل لوگ ایسی ایسی مجلسیں سجاتے ہیں اور مسجدوں میں بھی یوں بھیڑ بھاڑ لگاتے اور چائے نوشی کرتے ہیں کہ الامان والحفظ! ان رویوں سے تو جو فرشتے مساجد میں رہتے ہیں۔ وہ بھی مسجد چھوڑ کر امن کے مقام میں جا کر پناہ لے لیتے ہوں گے۔

بتلایئے! لوگ مسجد اس لئے تعمیر کرتے ہیں کہ یہاں سکون ہوتا ہے۔ شور وشغابہ اور ہنگامہ نہیں ہوتا۔ اس لئے عبادت پرسکون کریں گے۔ مگر عبادت کے نام پر اور حضرت علیؓ کے ''قوموا'' کا غلط معنی بنا کر ایسا جمگھٹ لوگ جماتے اور من موجی عمل اختیار کرتے ہیں کہ اچھے اچھے لوگوں کو بھی خصوصاً صحیح شریعت جاننے والے علمائے و مبلغین حضرات کو بھی احتیاطی پہلو اور'' الضرورات تبیح المحظورات'' کے قاعدے پر ہی عمل کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے اور مجبوری میں یہ لوگ بھی نہ کرنے والے کام کر رہے ہیں۔

شب برأت و قدر میں

عبادت کی ترتیب: موجودہ پرآشوب حالات کے تحت بہترین طریقہ میرے نظریے سے یہ ہے کہ :مغرب پڑھتے ہی غسل فرمالیں۔ اس کے بعد عشاء دیر سے پڑھیں۔ مغرب اور عشاء کے درمیان سو جائیں۔ پھر اٹھ کر وقت مقررہ پر عشاء باجماعت ادا کر کے کچھ اس رات کے بارے میں ایک گھنٹہ آیت قرآنیہ اور احادیث نبویﷺ کا آپس میں مذاکرہ کریں یا کسی عالم دین کو بلا کر یا امام صاحب ہی سے سنیں۔ مثلاً مغرب اگر پونے سات بجے ہے تو اس وقت مغرب ادا کر لیں۔ ۷؍تا سوا سات کے درمیان غسل فرمالیں۔ عشاء کا وقت ۱۰؍ بجے رکھ لیں اور اسی وقت اٹھ کر عشاء ادا کریں۔ ۱۰؍تا ۱۰:۲۰؍بیس منٹ میں اطمینان سے عشاء کے بعد کی سنتیں پڑھیں۔ ساڑھے دس بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک بیان کریں یا سنیں۔ ساڑھے

گیارہ بجے سے ساڑھے بارے بارہ بجے تک قرآن کی تلاوت کریں یا کسی حافظ سے سنیں یا خود قرآن کھول کر پاروں کو دیکھیں اوراس پرانگلی پھرائیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث جو صحیح بخاری میں حضرت ثابتؓ سے منقول ہے، اس میں صرااحت ہے کہ آدمی کے لئے بہترین جگہ نوافل کے لئے اس کا گھر ہے۔ مسجد کے اندر نماز کا جو ثواب مذکور ہے وہ فرائض کے لئے ہے۔ اگرچہ مسجدمیں نوافل وتلاوت پر بھی ثواب ملے گا۔ مگر اس کے لئے مخصوص جگہ حضور ﷺ نے گھر کو بتلایا ہے۔

اس لئے حرم میں ہو یا کہ کسی اور جگہ پر مساجد فرائض اور جماعت سے نماز کے لئے مخصوص ہیں۔ اس لئے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنائیں۔ بلکہ ان میں نوافل اور قرآن کی تلاوت جاری رکھیں۔ اس نبوی حدیث کے مطابق قرآن اور نوافل وغیرہ کے لئے گھر آجائیں تو بہتر ہے۔ اس لئے میری ترتیب کی روشنی میں ساڑھے بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک قضائے عمری ہر دن کے پانچ نمازوں کے حساب سے کم از کم ایک سال یا چھ ماہ کی قضاء کریں۔ اس کے بعد ڈیڑھ بجے سے ڈھائی بجے تک تہجد اور دعاء کریں۔ ڈھائی بجے سے تین بجے تک قبرستان جاکر دعا کرآئیں یا گھر میں مرحومین کے لئے دعاء کریں۔ تین تا صبح صادق سے نصف گھنٹہ پہلے صلوۃ التسبیح پڑھیں۔ پھر سحری کریں۔ اذان فجر کے بعد سنت پڑھے۔ فرض کے لئے مسجد میں جائیں۔ فجر بعد اشراق پڑھ کر سوجائیں۔ پھر چاشت پڑھے اوراس کے بعد کام میں لگ جائے۔

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری
بانی واڈیٹر ندائے طیب بنگلور
جامعہ دارالثقلین یاسین نگر بنگلور ۴۳۔ کرناٹکا